اردو میں ترقی پسند ادبی تحریک

Progressive Literary Movement in Urdu:

By

زرمینہ , خان حسنین عاقبؔ

[1]Zarmina Panezai,[2] Khan Hasnain Aaqib

Abstract:

The purely research article covers a wide range of topics related to the historical upbringing of progressive literary movement in Urdu. The question of justifiable explanation to the existence of the progressive literature has been dealt briefly but with substantial logic. It covers a plethora of subtitles of literary moment in Urdu such as: the beginning of progressive literary movement, its background and historical perspective, the first manifesto of progressive writers, foundation of progressive writer's association and so on. The article also includes the first and fifth conference of progressive writers along with the mention of their first conference after partition in Lucknow in December 1947. The article concludes with the note on the fall of progressive literary movement in Urdu along with the summary of progressive poetry, fiction, novel and criticism. The data for the article has been collected through the study of various books such as Tareekh-e-urdu Adab (Rambabu Saxena) Roshnai (Sajjad Zaheer) etc.

Keywords: Urdu, Progressive, Literary, History, Logic, Writers

Introduction:

ہر زبان کا ادب زمانی اور مکانی لحاظ سے مختلف قسم کی تبدیلیوں اور محرکات سے مملو ہوتا ہے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ادب کا اہم سروکار سماجی معاملات ہوتے ہیں۔ اگر ادب کو سماج سے کوئی سروکار نہ ہو تو پھر وہ ادب برائے ادب تو ہوسکتا ہے لیکن وہ ادب برائے زندگی نہیں ہوسکتا ۔ ایسا ادب عوامی نمائندگی

[1]M.Phil. scholar, Urdu department, University of Balochistan, Quetta, Pakistan
[2]Lecturer, Urdu department, G.N Azad College, Maharashtra India

کا دعویٰ نہیں کرسکتا۔ اگر ہم اسی بات کو بہت آسان زبان میں کہیں تو یہ بات سامنے آئے گی کہ ادب در اصل ایسی شعری و نثری تحریروں کا مجموعہ یا انتخاب ہے جو سماج میں موجودرویوں، ہمارے آس پاس کے لوگوں کے روزمرہ، ان کی عادات و اطوار، ان کے اخلاق، ان کی فطرت، ان سے متعلق ہر معاملہ کی جزئیات اور ان کی نفسیاتی نہج کے مطالعہ کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ یعنی اگر آج کے دور میں لوگ جن اقدار کی پرورش کررہے ہیں ، ادب انہی اقدار کے آس پاس گھومتا پھر تا رہتا ہے۔ اور پھر جب یہ اقدار اپنا چولا بدلتے ہیں تو ادب بھی اپنا چولا بدل لیتا ہے۔ ادب کی زد میں تمام شعبہ ہائے حیات آجاتے ہیں، سماجیات، نفسیات، سیاست، معیشت، جنسیات، اخلاقیات، اقدار، تحریکات وغیرہ، یہ تمام موضوعات ادب کے سروکاروں میں شامل ہیں۔

کیا ادب ارتقاء پذیر ہوتا ہے؟

جی ہاں، ادب کی خصوصیت یہ ہے کہ ادب ارتقا ء پذیر ہوتا ہے۔ ادب چونکہ اپنے آس پاس ، اپنے ماحول سے لے کر تمام دنیا کے معاملات تک سے فر د کو مربوط کر تا ہے اس لئے جہاں جہاں حالات تبدیل ہوتے ہیں، اد ب کے موضوعات میں بھی تبدیلی آجاتی ہے۔ مثلاً آزادی سے قبل عصمت چغتائی اور منٹو پر جس فحاشی کے لئے مقدمات چلے، وہ فحاشی اب ادب میں نہایت خاموشی کے ساتھ قبول کر لی گئی ہے اور کوئی اس پر انگشت نمائی نہیں کرتا۔ گزشتہ کل کا شجرِ ممنوعہ موجودہ زمانے کا چلن بن جاتا ہے۔ یہی ادب کی ارتقاء پذیری ہے۔

اسی ارتقاء پذیری کو ترقی پسندی کہاجاتا ہے۔ اردو ادب میں ترقی پسندی کو ایک تحریک کا درجہ حاصل ہے۔

: ترقی پسند تحریک

ترقی پسند تحریک اردو ادب کی سب سے مقبول و معروف تحریک رہی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس تحریک نے ہندوستانی اردو ادب پر عموماً اور اردو ادب پر خصوصاً ایک گہرا اثر مرتب کیا ہے۔ اس تحریک نے ہندوستانی ادب کا مزاج اور اس کی سمت بدلنے میں ایک اہم کردار ادا کیا۔ جیسے ہم نے مندرجہ بالا سطور میں کہیں یہ بات کہی ہے کہ ترقی پسند ادب ، ادب برائے ادب کا نہیں، بلکہ ادب برائے زندگی کا قائل تھا۔

:(ترقی پسند ادبی تحریک کا پس منظر(تاریخی ارتقاء

ہندوستان میں آزادی سے قبل تحریکوں کا پس منظر نہایت واضح تھا۔ سر سید کی تعلیمی تحریک ہو یا شاہ ولی اللہ کی تحریک ، راجہ رام موہن رائے اور کشیپ چندر سین کی تحریکیں، یہ ساری تحریکیں در اصل اصلاحی تحریکیں تھیں جن کا مقصد معاشرہ میں پھیلی ہوئی خرابیوں کی اصلاح تھی۔ لیکن اسی کے ساتھ ساتھ

آزادی کی تحریک نے بھی زور پکڑا اور پھر سیاسی تحریکات کا آغاز ہونے میں بھی زیادہ دیر نہیں لگی۔ پھر ظاہر سی بات ہے کہ ایسے ماحول میں ادب کیسے الگ رہ سکتا تھا؟ اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ادبی تحریک کے لئے مندرجہ بالا اصلاحی تحریکات نے ماحول تیار کیا تھا اور اسی کے نتیجے میں اردو ادب میں ترقی پسند تحریک کے نظریات کی داغ بیل پڑی۔

: ترقی پسند تحریک کا آغاز

ہندوستان میں قومی بیداری کی جو لہر اٹھی تھی، اس میں اگر چہ بنیادی طور پر یہاں کے سیاسی و اقتصادی حالات اور برطانوی سرمایہ داری کی سخت گیریوں کو دخل تھا لیکن قومیت کے جدید تصور کے ساتھ ہی بین الاقوامی مسائل کا شعور بھی ابھر رہا تھاپھر دوسری جنگِ عظیم کے اندیشوں نے بھی اس احساس میں اضافہ کر دیا۔ مخالف حالات کے ردِ عمل نے نوجوان ادیبوں میں ایک سیاسی شعور بیدار کردیا۔اور انہوں نے سرمایہ دارانہ نظام، عوام کے استحصال، حکومت کے ظلم و ستم، آزادی کے خیالات، اشتراکیت کے فروغ کے مقصد اور معاشرہ میں اصلاحات کی عمل پذیری کے لئے ادب کو استعمال کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ یہیں سے اردو میں ترقی پسند ادبی تحریک کا آغاز ہوا۔ رسمی طور پر کہا جائے تو یہ واقعہ بیان کرنا لازمی ہوجاتا ہے کہ ۲۴ ، نومبر ۱۹۳۴ کو ہندوسانی نوجوانوں کا ایک گروہ لندن یونیورسٹی کے ایک ریستوراں ''نان کنگ'' کے پیچھے ایک کمرے میں جمع ہوا جس میں سجاد ظہیر ، ملک راج آنند، جیوتی گھوش، پرمود سین گپتا اور ڈاکٹر دین محمد تاثیر وغیرہ شامل تھے۔ اس گروہ نے ہٹلر کے فاشزم کی مخالفت کی اور ''انڈین پروگریسیو رائٹرس اسوسی ایشن'' نامی انجمن بنائی اور ملک راج آنند کو اس کا صدر مقرر کیا۔ یہی ترقی پسند تحریک کا رسمی آغاز تھا جس کے پیچھے سجاد ظہیر کا کردار مرکزی نوعیت کا تھا اور انہوں نے اردو ترقی پسندوں کے امام کا کردار ادا کیا۔ سجاد ظہیر نے اس سے پہلے بھی ۱۹۳۲ میں اپنے ہم خیال ادیب دوستوں رشید جہاں اور محمود الظفر کے ساتھ مل کر کہانیو ں کا ایک مجموعہ ''انگارے '' شائع کیا تھا ۔ ان کہانیوں کے موضوعات اور لہجے میں اس قدر کاٹ اور تیزابیت تھی کہ ہندوستان کے روایتی معاشرے میں اسے قبول نہیں کیا گیا اور اس کتاب کو ضبط کر لیا گیا لیکن ان تینوں کا گروہ ''انگارے گروپ'' کے نام سے ہندوستان کے ادبی حلقوں میں نہایت تیزی کے ساتھ مشہور ہوگیا تھا۔

: ترقی پسندوں کا پہلا مینی فیسٹو

لندن میں ترقی پسند تحریک کا پہلا مینی فیسٹو متذکرہ بالا میٹنگ کے دوران تیا ر کیا گیا جس پر ملک راج آنند، سجاد ظہیر ، جیوتی گھوش، کے ۔ایس بھٹ، ایس۔

سنہا اور محمد دین تاثیر کے دستخط تھے۔ اس مینی فیسٹو کے نکات مندرجہ ذیل تھے۔

۱۔ ہندوستان کے مختلف لسانی صوبوں میں ادیبوں کی انجمنیں قائم کرنا۔
۲۔ ان ادبی انجمنوں سے میل جول پیدا کرنا جو اس نئی انجمن کے مقاصد کے خلاف نہ ہوں۔
۳۔ ترقی پسند ادب کی تخلیق و ترجمہ کرنا
۴۔ ہندوستان کو قومی زبان اور انڈو رومن رسم خط کو وقومی رسم خط تسلیم کرنے کا پرچار کر نا۔
۵۔ ادیبوں کے مفاد کی حفاظت کرنا اور ان کی کتابوں کی اشاعت میں مدد کرنا۔
۶۔ فکر و نظر اور اظہارِ خیال کی آزادی کے لئے جدوجہد کرنا۔

ہندوستان میں اس مینی فیسٹو کو سب سے پہلے منشی پریم چند نے خوش آمدید کہا۔ انہوں نے اپنے رسالے ’’ہنس ‘‘ میں اس مینی فیسٹو کو شائع کیا اور لکھا کہ ’’یہ ہمارے ادب میں ایک نئے دور کا آغاز ہے۔ ‘‘۱۹۳۵ میں سجاد ظہیر لندن سے ہندوستان آئے تو وہ منشی پریم چند، مولوی عبدالحق، جوش ملیح آبادی اور منشی دیا نرائن نگم سے ملے جو ہندوستانی اکیڈیمی الہ آباد کی ایک کانفرنس میں شرکت کے لئے آئے تھے۔ ان ادیبوں اور دانشوروں نے مینی فیسٹو کے مقاصد سے اتفاق کیا اور اس پر دستخط کئے۔

: انجمن ترقی پسند مصنفین کا قیام

انجمن ترقی پسند مصنفین کا قیام الہ آباد میں ۱۹۳۵ میں عمل میں آیا جس میں سجاد ظہیر، منشی پریم چند، ڈاکٹر اشرف، ڈاکٹر محمود الظفر، رشید جہاں،، وغیرہ تھے۔

: پہلی کل ہند کانفرنس

انجمن ترقی پسند مصنفین کی پہلی کل ہند کانفرنس منشی پریم چند کی صدارت میں اپریل ۱۹۳۶ میں ہوا۔ اس کے دو اہم محاصلات تھے۔ ۱۔ انجمن کا اعلان نامہ، ۲۔ منشی پریم چند کا خطبۂصدارت۔

انجمن کے اعلان نامے میں قدامت پرستی سے ادب کو نجات دلانے کی بات کہی گئی اور ترقی پسند نظریات کی ترسیل اور اس کے ابلاغ کی بات کہی گئی۔

لاچاری، سستی اور توہم پرستی کی مخالفت کی گئی ۔ اعلان نامے میں کہا گیا کہ ملک میں جو ترقی پسند رجحانات ابھر رہے ہیں، ان کی ترجمانی کی جائے اور ان کی نشو و نما میں حصہ لیا جائے۔ عقلیت کو اختیار کیا جائے۔ نیا ادب ہماری زندگی کے بنیادی مسائل ، بھوک، افلاس، سماجی پستی اور غلامی کو موضوع بنائے۔

پریم چند کے خطبۂ صدارت میں کہا '' ادب کی بہت سی تعریفیں کی گئی ہیں لیکن میرے خیال میں اس کی بہترین تعریف تنقیدِ حیات ہے۔ ہمیں حسن کا معیار تبدیل کرنا ہوگا۔ '' انہوں نے اپنے خطبے کو ان یادگار جملوں پر ختم کیا۔ ''ہماری کسوٹی پر وہ ادب کھرا اُترے گا جس میں تفکر ہو، آزادی کا جذبہ ہو، حسن کا جوہر ہو، تعمیر کی روح ہو، زندگی کی حقیقتوں کی روشنی ہو، جو ہم میں حرکت ، ہنگامہ اور بے چینی پیدا کرے، سُلائے نہیں، کیونکہ اب زیادہ سونا موت کی علامت ہوگی۔''

حسرت موہانی نے بھی اس کانفرنس کے آخری اجلاس میں اپنی تقریر میں کہا''محض ترقی پسندی کافی نہیں ہے، جدید ادب کو سوشلزم اور کمیونزم کی بھی تلقین کرنی چاہیئے اور انقلابی ہونا چاہیے۔ اسلام اور کمیونزم میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ اسلام کا جمہوری نصب العین اس کا متقاضی ہے کہ ساری دنیا میں مسلمان اشتراکی نظام قائم کرنے کی کوشش کریں۔ پرانی باتوں سے کام نہیں چلے گا۔ وہ محض دل بہلانے کی چیزیں ہیں۔ شاعری کے معاملے میں آپ کو میری تقلید کرنے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ میں خود اس قسم کے نئے ترقی پسند ادب کی تخلیق میں آپ کی پوری مدد کروں گا۔ '' آگے اسی سلسلے میں جب سجاد ظہیر اور ڈاکٹر اشرف لاہور جاکر علامہ اقبال سے ملے، تو علامہ اقبال نے اس تحریک کی بڑی ہمت افزائی کی اور کہا کہ ''ظاہر ہے کہ مجھے ترقی پسند ادب یا سوشلزم کی تحریک کے ساتھ ہمدردی ہے، آپ لوگ مجھ سے ملتے رہیے۔'' لیکن عمر نے وفا نہ کی اور بہت جلد علامہ اقبال کا انتقال ہوگیا۔ الہ آباد میں جب انجمن کی کانفرنس ہوئی تو اس میں نہرو جی نے ادب و سیاست کے طریقِ کار پر روشنی ڈالی اور ادب کی اہمیت بتاتے ہوئے ادیب کا سماج سے تعلق واضح کیا۔ انہوں نے اشتراکی سماج کی حمایت کی اور نوجوان ادیبوں کو مشورے دئے۔انہوں نے کہا ''ہندوستان میں ادیبوں نے بڑا اثر کیا ہے، مثلاً بنگال میں ٹیگور نے لیکن ابھی تک ایسے ادیب کم پیدا ہوئے جو ملک کو زیادہ آگے لے جاسکیں۔ انجمن ترقی پسند مصنفین کا قیام ایک بڑی ضرورت کو پورا کرتا ہے اور اس سے ہمیں بڑی امیدیں ہیں۔ ''

ٹیگور نے بھی اس کانفرنس میں اپنا پیغام دیتے ہوئے کہا '' یاد رکھو، ادب بڑے جوکھوں کا کام ہے ۔ حق اور جمال کی تلاش کرنا ہے تو پہلے 'اَنا' کی کینچلی اُتار و، کَلی کی طرح سخت ڈنٹھل سے باہر نکلنے کی منزل طے کرو پھر دیکھو کہ کتنی ہوا صاف ہے ، روشنی کتنی سہانی ہے اور پانی کتنا لطیف ہے۔ ''

دوسری کانفرنس :

انجمن ترقی پسند تحریک کی دوسری کانفرنس کلکتہ میں دسمبر ۱۹۳۸ کے آخری

ہفتے میں ہوئی جس کی صدارت ملک راج آنند نے کی۔ اس کانفرنس میں اردو، بنگالی، تامل، گجراتی ، مراٹھی ادب کے رجحانات پر تقریریں ہوئیں۔ ڈاکٹر عبدالعلیم کو اس کانفرنس میں کل ہند انجمن کا جنرل سکریٹری منتخب کیا گیا۔ دو ڈھائی برس کے اندر ہی اندر یہ تحریک تمام ملک بھر میں نہایت مقبول اور مشہور ہوگئی۔ اقبال، پریم چند، ٹیگور، مولوی عبد الحق، نہرو، سروجنی نائیڈو، آچاریہ نریندر دیو اور جے پرکاش نارائن جیسے دانشوروں نے اس تحریک کی حوصلہ افزائی کی۔ ہندوستان بھر کے نوجوان اس ترقی پسند تحریک کے رجحان سے متاثر ہورہے تھے اور اسی تحریک کے مقاصد کی روشنی میں شعری اور نثری ادب تخلیق کررہے تھے۔ ترقی پسندوں نے خود اپنا رسالہ ''نیا ادب '' لکھنؤ سے جاری کیا۔

انجمن ترقی پسند مصنفین کی تیسری کل ہند کانفرنس :

تیسری کل ہند کانفرنس انجمن ترقی پسند مصنفین مئی ۱۹۴۲ میں دہلی میں منعقد کی گئی۔ جب کہ دوسری جنگِ عظیم کے بادل سر پرمنڈلا رہے تھے۔ اس کانفرنس میں جوش اور ساغر نظامی نے بیانات دئے جو مشہور ہوئے۔ اس کانفرنس میں سجاد ظہیر ، کرشن چندر، مجاز، سردار جعفری اور رشید جہاں کا گروہ تھا وہیں اس میں مولانا صلاح الدین، مولانا عبدالمجید سالک، اور حفیظ جالندھری بھی شریک ہوئے۔

حیدر آباد کانفرنس :

اکتوبر ۱۹۴۵ میں ایک کانفرنس حید ر آباد میں منعقد کی گئی جس کی خاصیت یہ تھی کہ یہ صرف اردو کے ترقی پسند ادیبوں کی کانفرنس تھی۔ یعنی اس سے پہلے کی تمام کانفرنسوں میں ہر زبان کے ترقی پسند ادیب شریک ہوتے تھے ۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ مشترکہ زبانوں کے ترقی پسند ادیبوں کی کانفرنسوں میں خصوصی طور پر اردو زبان کے مسائل پر بحث اور تبادلۂ خیال کا موقع نہیں ملتا تھا۔ اس کا افتتاح سروجنی نائیڈو نے کیا ۔ یہ لگاتار پانچ دن تک چلی اور اس میں اردو کے تمام اہم ادیب شریک تھے۔ اس میں فحاشی کے خلاف بھی قرار داد پاس کی گئی۔

تقسیمِ ہند کے بعد لکھنؤ میں دسمبر ۱۹۴۷ میں ترقی پسند ادویبوں کی پہلی کانفرنس :

تقسیمِ ہند کے بعد لکھنؤ میں دسمبر ۱۹۴۷ میں ترقی پسند ادویبوں کی پہلی کانفرنس ہوئی جس کے تین اجلاس تین دنوں تک گنگاپرساد میموریل ہال میں ہوتے رہے۔ اس کانفرنس میں مختلف مقالات مختلف موضوعات پر پڑھے گئے۔ مختلف جگہ اس کے دفاتر کھولنے کے فیصلے کئے گئے۔

: یو - پی کے ادیبوں کی کانفرنس

تقسیمِ ہند کے بعد ترقی پسند ادیبوں کے سامنے سب سے بڑا اور پیچیدہ مسئلہ زبان کا تھا۔ یو۔پی کے ادیبوں نے اپریل ۱۹۴۹ میں ایک صوبائی کنفرنس کی جس میں شمالی ہند میں اردو اور ہندی کا مسئلہ سب سے شدید ہونے کی بات پر غور و خوص کیا گیا؛۔ اس میں آل احمد سرور، احتشام حسین، ممتاز حسین، مجاز، مجروح، ساحر موجود تھے۔ ہندی کے ادیبوں میں رام بلاس شرما، پرکاش چندر گپت، نروتم ناگر، اور شیل وغیرہ تھے۔ اس میں اس کانفرنس نے کہا کہ وہ ساری زبانوں کی آزادی کی بات کرتی ہے اور کسی ایک زبان کو سرکاری زبان بنانے کی مخالفت کرتی ہے۔

: بھیمڑی میں ترقی پسند ادیبوں کی پانچویں کل ہند کانفرنس

بمبئی کے علاقہ بھیمڑی میں ترقی پسند ادیبوں کی پانچویں کل ہند کانفرنس مئی ۱۹۴۹ میں ہوئی۔یہ کانفرنس اس لئے اہم تھی کہ اس میں ترقی پسند ادیبوں نے اپنے ۱۹۳۶ کے مینی فیسٹو کو ناکافی سمجھتے ہوئے نیا مینی فیسٹو منظور کیا۔ اس نئے مینی فیسٹو کی رو سے نئے ملکی اور بین الا قوامی حالات میں ترقی پسند ادیبو ں کو کھل کر ترقی پسند قوتوں کا ساتھ دینے کی تر غیب دی گئی۔ اسی کانفرنس میں ترقی پسند ادیبوں کا نیا منشور منظور کیا گیا۔ یہ کانفرنس ترقی پسند مصنفین کی تحریک کی تاریخ میں ایک نئے موڑ کی حیثیت سے جانی جاتی ہے۔

: ترقی پسندوں کا نیا منشور

اس منشور میں دنیا کے سیاسی حالات کی عکاسی کی گئی تھی اور اس میں آزادی کے بعد ہندوستان میں نئے سیاسی منظر نامہ پر گفتگو کی گئی تھی۔ ہندوستان کے سرمایہ دارانہ نظام پر بات کی گئی اور ان میں ترقی پسند ادیبوں کر اپنا فرض ادا کرنے کی صلاح دی گئی۔ نئے حالت کے ساتھ سمجھوتہ نہ کرتے ہوئے ترقی پسند ادیبوں کو استحصال اور ظلم کیخلاف آواز اٹھانے اور عوام کی اصلاح اور سیاسی شعور کی بیداری کے لئے کام کرتے رہنے کا اعلان کیا گیا۔

: ترقی پسند ادبی تحریک کا زوال

ترقی پسند ادبی تحریک آخر کار اپنے زوال کے سفر پر گامزن ہو ہی گئی۔ اس کی مختلف وجوہات بیان کی جاتی ہیں۔

مارچ ۱۹۵۲ میں ترقی پسندوں نے دہلی میں ایک کانفرنس منعقد کی جس میں خوب مباحث ہوئے اور ایک نیا منشور منظور کیا گیا۔ اس کانفرنس میں کرشن چندر کو کل ہند انجمن کا جنرل سکریٹری منتخب کیا گیا۔ کرشن چندر نے انجمن کے کاموں میں کوئی خاص دلچسپی نہیں لی کیونکہ ان کی حیثیت ایک تجارتی ادیب کی ہوتی جارہی تھی۔ بہت سے ادیب اس تحریک سے اس لئے بھی بد ظن

ہوگئے کہ انتہا پسند ادیبوں نے تحفظِ ذہنی کا مظاہر کرنا شروع کر دیا تھا۔ شعراء بین الاقوامی مسائل پر نظمیں لکھنا چھوڑ کر غزل گوئی کی جانب راغب ہونے لگے۔ مختلف شہروں سے تنظیمیں ختم ہونے لگیں۔ اسی درمیان سجاد ظہیر ، راول پنڈی سازش کیس سے رہا ہوکر مستقل طور پر ہندوستان واپس آگئے اور انہوں نے اس تحریک میں دوبارہ روح پھونکنے کی کوشش کی۔ مئی ۱۹۵۶ میں حیدر آباد میں کل ہند کانفرنس ہوئی اور تحریک کے بانیوں سجاد ظہیر اور عبد العلیم نے نے اس خیال کا اظہار کیا کہ چونکہ موجودہ حالت میں ادیبوں کے تقاضے بدل چکے ہیں اور چوں کہ ترقی پسند ادبی نظریہ اتنا عام ہوچکا ہے کہ اس کی مزید تشریح کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ ڈاکٹر عبدالعلیم نے تقریر کرتے ہوئے کہا ’’میرا اپنا خیال ہے کہ برا یا بھلا، جو بھی کام کرنا تھا، انجمن کرچکی۔ اب اس تنظیم پر توجہ دینے کے بجائے ایک کل ہند اردو ادیبوں کی انجمن بنائی جائے۔ بلا لحاظ اس کے اراکین کے معاشی یا مذہبی نظریے کچھ بھی ہوں، ہمارے پاس صرف ایک معیار ہو اور وہ یہ کہ ہر رکن لکھنے والا ہو۔ لکھنے والوں میں بھی ہم کوئی معیار یا سطح مقرر نہیں کر سکتے ۔ ہر شخص کو رکن بننے کا حق ہونا چاہیے۔ پہلے میری یہ رائے تھی کہ انجمن کو دوبارہ منظم کرنا چاہیے ۔ مرکز اور شاخوں میں ربط پیدا کرکے اسے باعمل بنانا چاہیے لیکن اب میں اس رائے پر قائم نہیں ہوں۔ اس کو بدلنے کو تیار ہوں۔ ترقی پسند مصنفین کی نبیاد یہ تھی کہ ہم آزادی حاصل کریں اور انگریز سامراج کو ہندوستان سے باہر نکالنے کی جدوجہد میں ادبی جنگ کریں۔ آج ہمارے پاس متحد ہونے کے لئے دوسری بنیاد موجود ہے ۔ ان بنیادوں پر آج تمام لکھنے والوں کو متحد کیا جاسکتا ہے۔ ہماری تنظیم کوئی سیاسی تنظیم نہیں ہوگی ۔ ہمارا مقصد ادب کے ذریعہ اپنے خیالات کی ترویج ہے۔ ‘‘ یوں ترقی پسند مصنفین کی تحریک نے ۱۹۳۶ اور ۱۹۵۶ کے درمیانی عرصے میں ہنگامہ خیز کام انجام دئے اور آخرِ کار اپنے منطقی انجام کو پہنچی۔

: ترقی پسند ادبی سرمایہ کا جائزہ

ترقی پسند ادیبوں اور شاعروں نے ادب کے نئے مزاج سے ہم آہنگ کرنے کی تمام تر کوششیں کیں۔روایات سے بغاوت، فرسودگی کی مخالفت، توہم پرستی کا انکار، سرمایہ دارانہ استحصال کے خلاف جدوجہد، اشتراکی نظریات کی تبلیغ ، بیرونی اقتدار سے بر سرِ پیکار،سماجی برائیوں اور خامیوں پر بے باکی سے رائے زنی، نئے افکار کی تابناکی، ادب برائے زندگی، یہ تمام صفات وہ ہیں جن سے ترقی پسند ادب کا خمیر تیار ہوا تھا۔ پھر وہ شاعری ہو یا افسانہ ، ناول ہو یا تنقید، غرض ترقی پسند ادب نے اپنی انفرادیت منوالی تھی اور ترقی پسند نظریات کے تحت ہی ترقی پسند ادب پروان چڑھ رہا تھا۔ شاعری، افسانہ نگاری، ناول

نگاری، تنقید، ہر شعبہ ہائے تخلیق میں ترقی پسند افکار پیشِ منظر کے طور پر موجود ہوتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک موڑ ایسا آیا جب روایتی غزل یا دیگر اصناف کو ترقی پسند ادب سے خطرہ محسوس ہونے لگا۔ لیکن ترقی پسند ادب اپنی تحدیدات کی وجہ سے اپنی بساط لپیٹ گیا۔ لیکن ترقی پسند ادب کا سرمایہ کافی وقیع اور اہم ہے۔ آئیے ہم دیکھیں کہ ترقی پسند ادب نے کیسا ادب تخلیق کیا۔

شاعری :

ترقی پسند شاعروں صفِ اول میں مجاز، فیض، مخدوم محی الدین ،فراق ،علی سردار جعفری، کیفی اعظمی، جاں نثار اختر، ساحر لدھیانوی، اختر الا یمان، احمد ندیم قاسمی، پرویز شاہدی، ظہیر کاشمیری ،مجروح سلطانپوری، سلام مچھلی شہری، علی جواد زیدی، مسعود اختر جمال، شہاب ملیح آبادی، شمیم کرہانی وغیرہ اہم ہیں۔ ترقی پسند شاعروں کے یہاں بغاوت کے ساتھ ساتھ ملک کی آزادی کے جذبات کے تحت بھی شاعری کی۔ انہوں نے انقلا ب اور آزادی کو ہی اپنی دلہن اور محبوبہ تصور کر رکھا تھا۔ یعنی ان کے انقلاب کا تصور رومانی تھا۔ مجاز، سلام مچھلی شہری کی نظم ’ شرائط‘ میں دلہن کے لئے یہ شرط کہ ے

اُٹھا کے ہاتھ، کہے ، انقلاب زندہ باد
لہو سے مثّل دلہن ، مہندیاں رچائے ہوئے

سردار جعفری کی نظم ’’جنگ اور انقلاب‘‘ جس کا آخری شعر یوں ہے

غم کے سینے میں خوشی کی آگ بھرنے دو ہمیں
خوں بھرے پر چم کے نیچے رقص کرنے دو ہمیں

معین احسن جذبیؔ کی نظم دعوتِ جنگ، جس کا یہ بند دیکھئے

زلزلو، آؤ، دہکتے ہوئے لاؤ، آؤ
بجلیو، آؤ، گرجدار گھٹاؤ لاؤ
آندھیو، آؤ، جہنم کی ہواؤ آؤ،
آؤ، یہ کرۂ ناپاک بھسم کر ڈالیں
کاسۂدہرکومعمورِکرمکرڈالیں

مجاز کی نظم ’ آہنگِ نو ‘ ان کی نظم ’ نوجوان خاتون سے خطاب‘‘ کا یہ شعر تو ’’ خوب مشہور ہوا کہ

ترے ماتھے پہ یہ آنچل بہت ہی خوب ہے لیکن
تو اس آنچل سے ایک پرچم بنالیتی تو اچھا تھا۔

فرسودہ نظام کا خاتمہ کرکے ایک نئے نظام کی تعمیر کا جذبہ بھی ترقی پسند شاعری کا خاصہ تھا۔

مجاز کی نظم ’انقلاب ‘ میں یہ جذبہ اپنے عروج پر نظر آتا ہے

جھونپڑوں میں خوں، محل میں خوں، شبستانوں میں خوں
دشت میں خوں، وادیوں میں خوں، بیابانوں میں خوں

ترقی پسند افسانہ :

ترقی پسند افسانہ نگاروں کی فہرست میں سعادت حسن منٹو، کرشن چندر، راجندر سنگھ بیدی، عصمت چغتائی، ان چار اہم افسانہ نگاروں کے علاوہ حیات اللہ انصاری، سہیل عظیم آبادی، اُپیندر ناتھ اشک، اختر حسین رائے پوری، اختر اورینوی، اختر انصاری، احمد ندیم قاسمی، دیویندر ستیارتھی،بلونت سنگھ، خواجہ احمد عباس، ابراہیم جلیس، ہاجرہ مسرور، خدیجہ مستور، شکیلہ اختر، صدیقہ بیگم سیوہاروی وغیرہ قابلِ ذکر ترقی پسند افسانہ نگار ہیں۔ قحطِ بنگال پر کرشن چندر کا ناقابلِ فراموش افسانہ ''ان داتا''، منٹو کے افسانے ''سوگندھی، موذیل، ایشر سنگھ، بھائی ، ٹوبہ ٹیک سنگھ، راجندر سنگھ بیدی کے افسانے ' اپنے دکھ مجھے دے دو، لاجونتی، گرہن، اغواء، عصمت چغتائی کے افسانے ''دو ہاتھ، بے کار، عشق پر زور نہیں، گلدان وغیرہ غیر معمولی ہیں۔ ترقی پسند تحریک میں اردو افسانے نے عالمی معیار تک رسائی حاصل کی۔ عورتوں کے مسائل، بین الاقوامی مسائل اور نفسیاتی کردار نگاری ترقی پسند افسانہ نگاری کے خاص اوصاف رہے ہیں۔

ترقی پسند ناول :

ترقی پسند ناولوں میں سجاد ظہیر کا ناول ''لندن کی ایک رات، کرشن چندر کا ناول 'شکست، عزیز احمد کا ناول 'گریز، عصمت چغتائی کا 'ٹیڑھی لکیر، حیات اللہ انصاری کا ''لہو کے پھول''، رامانند ساگر کا ''اور انسان مرگیا''، اہم ناول ہیں۔ لیکن اس بات کو قبول کرنا ہوگا کہ ترقی پسند ادب نے جتنی اچھی شاعری اور افسانے اردو ادب کو دئے ہیں، اس معیار کے ناول یہ تحریک اردو ادب کو نہ دے سکی۔

ترقی پسند تنقید :

ترقی پسندوں نے تنقید کے معیار میں بھی تبدیلی لائی۔ انہوں نے جمالیات کے معیار کو تبدیل کیا اور ادب کو پرکھنے کے لئے نئے نئے اصول وضع کئے۔ ترقی پسند تحریک کے زیرِ اثر اردو کے تخلیقی ادب کے ساتھ ساتھ اردو تنقید کے مزاج اور رویوں میں بھی نئی نئی تبدیلیاں آئیں۔ ادب میں مواد، ہیئت اور اظہار و اسلوب میں نئے تجربات کی ہمت افزائی کی گئی۔ سجاد ظہیر، اختر حسین رائے پوری، ڈاکٹر عبدالعلیم، احتشام حسین، مجنوں گورکھپوری، آل احمد سرور، عزیز احمد، ممتاز حسین، علی سردار جعفری، محمد حسن، قمر رئیس، سید محمد عقیل رضوی، باقر مہدی، ظ۔انصاری، ہنس راج رہبر، وحید اختر، عالم خوندمیری، اختر

انصاری، احمد ندیم قاسمی، عبادت بریلوی، وقار عظیم اسلوب احمد انصاری وغیرہ ترقی پسند نقادوں کی صفِ اول میں دکھائی دیتے ہیں۔

یوں ہم نے ترقی پسند ادبی تحریک کا ایک مکمل لیکن اجمالی جائزہ لینے کی کوشش کی ہے۔ مزید تفصیلی مطالعے کے لئے آپ مندرجہ ذیل کتابوں سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

منابع :

۱۔ اردو ادب کی تاریخ : نسیم قریشی۔ مسکین بک ڈپو۔ جے پور

۲۔ تاریخِ اردو ادب : رام بابو سکسینہ

۳۔ مطالعہ و مشاہدہ ۔ ڈاکٹر سلام سندیلوی ۔ نسیم بکڈپو۔ لکھنؤ

۴۔ طرزِ خیال : پروفیسر محمد حسن ۔ اردو اکادمی ۔ دہلی

۵۔ روشنائی۔ سجاد ظہیر